شعبۂ تعمیر و ترقی

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

★ ۲۹ جمادی الاولی ۱۳۸۸ھ

★ مطابق ۲۵ اگست ۱۹۶۸ء ★

تعمیر حیات

★ قیمت فی پرچہ ۳۰

★ سالانہ چندہ سات روپیہ ★

ایڈیٹر — سید محمد الحسنی

معاون — سعید الاعظمی ندوی

یہ ممکن نہیں ہے

عارفین کا قول ہے کہ خدا کی قسم، پھر خدا کی قسم! خداوند تعالےٰ کو اپنے آپ پر رونے کی آواز سے زیادہ کوئی آواز پیاری نہیں ہے، پس چاہیئے کہ آج اس راہ کے صدیق اور دین کے پیشوا ماتم خوانی خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے سیکھیں۔

اے بھائی! جو کوئی ہر لحظہ اپنے آپ پر ماتم اور آہ و فغاں نہیں کرتا وہ ایک مدعی ہے جو قیامت سے غافل ہے اور ایک مردار ہے جس کا دل حسرتوں سے بھرا ہوا ہے، یہ کیا جھوٹی خواہشات ہیں کہ آج ہر سر میں ان کا سودا ہے، ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ دنیاوی جاہ و جلال ہونا چاہیئے اور ہمارے احکام کے امر و نہی کا نفاذ ہونا چاہیئے اور دنیا کی ناز و نعمت ہونی چاہیئے اور عزت اور اس کا ہمیشہ اظہار ہونا چاہیئے اور پھر اس سب کے ساتھ خداوند تعالےٰ کے ساتھ آشنائی بھی ہونی چاہیئے، خدا کی قسم یہ ناممکن ہے

شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ

تاریخ دعوت و عزیمت ج ۳

جلد ۵ — شمارہ ۲۰

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات لکھنؤ

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۵ اگست ۱۹۶۸ء

اس شمارے میں

عنوانات	مضمون نگار	صفحات
ایک نرالی منطق اور نیا فتنہ	سعید الاعظمی ندوی	۳ - ۴
یک دو ساعت صحبتے با اہلِ دل	مولانا سید ابو الحسن علی ندوی	۵
مسلم پرسنل لا	مولانا سید محمد منت اللہ رحمانی	۶ - ۷
توراۃ کی روشنی میں	حکیم محمد کمال بحر العلومی	۸ - ۹
جکارتہ کے رکن اسلامی سے دو منٹ آمیل	زہیر ضیاء الحسن ایم اے	۱۰ - ۱۱
دینی تعلیمی کونسل کا جلسۂ عام	مولانا سید ابو الحسن علی ندوی	۱۲
ایک روشن دماغ تھا نہ رہا (نظم)	رشید الشاہدی ندوی	۱۳
عیلی الاخیلیہ	محمد نعیم صدیقی ندوی	۱۴
نیل کے مجاہد	سید صدیق نشیو ندوی	۱۵
یروشلم	اسماء خاور سنامی	۱۶
عرب زنمۂ شوقم بجو رسی خبر است	مولانا سید حبیب الحق ندوی	۱۷
اشتہار و بقیہ مضامین	. . . .	۱۸
پے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات	(ترجمہ) محمد اقبال اعظمی ندوی	۱۹

پرنٹر پبلشر سید سیف الحسن نے شاہجہاں پرنٹنگ پریس میں چھپوا کر دفتر تعمیر حیات شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک نرالی منطق اور نیا فتنہ

(از سعید الاعظمی ندوی)

مذہب سے ہم کس حد تک علاً دور ہو چکے ہیں اور ہماری گرفت احکام شریعت سے کتنی ڈھیلی پڑتی جا رہی ہے، اس کا اندازہ اسی وقت صحیح طور سے ممکن ہے، جب ہم پوری اسلامی دنیا پر ایک سرسری نظر ڈالیں اور مسلمانوں کی عملی اور ایمانی زندگی کا کسی حد تک تجزیہ کریں، یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ اس وقت کفر و الحاد کی طاقتیں پوری طرح مسلم ممالک پر سایہ فگن ہیں، ہر جگہ ایسے افراد یا تنظیمیں موجود ہیں جو اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کو شعوری یا غیر شعوری طور پر ان کے سرچشمۂ حیات مذہب سے جدا کر دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہی ہیں، حبشہ، صومال، انڈونیشیا، لائبریا، اریٹیریا کے ساتھ ساتھ مصر و شام عراق و لبنان الجزائر و تونس ہر جگہ کفر و الحاد کی طاقتیں ابھر کر سامنے آ چکی ہیں اور اسلام سے ٹکر لینے کے لئے اپنا مورچہ سنبھال رہی ہیں۔

یہ کام بعض مسلم ممالک میں حکومتوں کی زیر سرپرستی انتہائی حکمت عملی کے ساتھ انجام پا رہا ہے اور کہیں بالکل جارحانہ انداز میں مسلمان ختم کئے جا رہے ہیں (جیسے حبشہ وغیرہ) ان کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے اور اسلام کو دیس نکالا دیا جا رہا ہے، اس کے علاوہ عرب ممالک میں اب ایک نیا فتنہ سر ابھار رہا ہے، ملحدین کی ایک بڑی تعداد نے اب یہ نعرہ بلند کرنا شروع کر دیا ہے کہ (کفر ہی عزت کا راستہ ہے) الکفر طریق النصر، ان کی دلیل یہ ہے کہ عربوں نے (معاذ اللہ) خدا اور رسول کو مان کر اور اسلام کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر بجز ذلت و نکبت، شکست و ہزیمت کے کچھ نہیں پایا، وہ کہتے ہیں کہ دین و ایمان کو ہم نے آزما کر دیکھ لیا کہ اس کی وجہ سے کس طرح برسرِ عام ہماری رسوائی ہوئی اور کتنا بڑا علاقہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا اور ہم اتنی بڑی تعداد میں رہ کر کس طرح دنیا کے سامنے ذلیل ہوئے اس کے برعکس اسرائیل نے مذہب و اخلاق سے کوئی واسطہ نہیں رکھا اور اس سے بیزاری کا ثبوت دیا، تو کس طرح اتنی قلیل تعداد کے باوجود وہ اتنی بڑی قوم پر غالب آیا، اور اس نے ایک جنگجو اور صاحب تاریخ قوم کو شکست دے کر دنیا میں اپنی عزت دوبالا کر لی۔

آج اس نرالی منطق کا بہت بول بالا ہے اور سادہ لوح عوام اس سے دھوکا کھا رہے ہیں، اس موضوع پر کتابیں بھی نکل رہی ہیں اور ایک مستقل تحریک کے انداز میں اس کی اشاعت نظم و نثر ہر راہ سے کی جا رہی ہے، اور ادب اور صحافت کو اس ناپاک عزم کے بروئے کار لانے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے، ابھی حال ہی میں ایک ادیب نے جس کا نام ندیم البیطار ہے، ایک کتاب من النکسۃ الی الثورۃ (شکست سے انقلاب تک) لکھی ہے، اس کتاب میں اس نے کھلم کھلا کفر صریح کی دعوت دی ہے، اور عرب انقلابی سوشلزم کا نعرہ بلند کرنے والے نوجوانوں کو للکارا ہے کہ وہ جلد سے جلد ہماری اس تحریک کو مذہب کے قید و بند سے آزاد کرانے کے لئے اٹھیں، اور یورپ نے اس سلسلہ میں جو اقدام کیا اس کو مشعل راہ بنائیں، وہ کہتا ہے کہ "دو سو سال قبل یورپ کے انقلابیوں نے

اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ انقلاب کا مطلب ہے سوسائٹی کو مذہب کی بندشوں اور پابندیوں سے آزاد کرنا، لیکن افسوس کہ عرب انقلابی ذہن اب تک جان بوجھ کر اس حقیقت کو نظر انداز کر رہا ہے اور اس سے کلی تجاہل برت رہا ہے وہ عرب ممالک میں کمیونسٹوں کو اس بات پر سخت لعنت و ملامت کر رہا ہے کہ انھوں نے جمود کے عناصر کو شکست دینے اور اسلامی تقلید کا خاتمہ کرنے کے لئے جو کچھ کرنا چاہئے تھا نہیں کیا، وہ ان کمیونسٹ نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"تم نے مذہب کو درخور تنقید بنا کر اور اس پر فیصلہ کن حملہ کر کے اپنی بہت بڑی کمزوری کا ثبوت دیا ہے، اگر تم نے مذہب کو مٹا دیا ہوتا، تو تم کو جیل خانوں کا منہ کبھی نہ دیکھنا پڑا ہوتا، یہ کتنی عجب کی بات ہے کہ کمیونزم کے فلسفہ پر ایمان لانے کے باوجود تم مذہب کو مٹانے کی کوشش نہیں کر رہے ہو"

اس کے بعد لکھتا ہے کہ:

"اگر دنیا کو رجعت پسندی اور مذہب کے قید و بند سے کوئی نجات دلا سکتا ہے تو وہ صرف انقلابیوں کا راستہ ہے، اس کے بغیر ہماری تہذیب و ثقافت اور ہماری ہر محبوب متاع فنا کے گھاٹ اتر جائے گی، یہی انقلابی زمین کا نمک ہیں اور والعیاذ باللہ خدا کے تصور کو ختم کرنے کے ذمہ دار ہیں اس لئے کہ مجھے یقین ہے کہ اب تک خدا کا کہیں وجود نہیں ہے"

کفر صریح کی علی الاعلان دعوت اور اس کا فرزانہ جرأت کا نمونہ پیش کرنے کے بعد عرض ہے کہ پورے عالم اسلام کو اسی چیلنج کا سامنا ہے اور دنیا میں ہر جگہ کے مسلمان اسی خطرہ کی زد میں ہیں، اس کے مقابل میں جو دینی اور دعوتی سطح پر جو کوششیں جاری ہیں وہ کھانے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں، اور ان کا اثر بہت محدود ہے، برخلاف ان تحریکوں کے جو دین کو مٹانے اور اسلامی تاریخ کا خاتمہ کرنے ——— اور علی الاعلان ایک نیا اسلام پیش کرنے کے لئے سطح پر نمودار ہو رہی ہیں ان کی پشت پناہی بڑی بڑی طاقتیں کر رہی ہیں، اور ہر طرح کے مادی وسائل و امکانات سے وہ مسلح ہیں، ان کے پاس نشر و اشاعت کے ذرائع موجود ہیں، اور سادہ لوح عوام کے ایمان کو مٹانے اور ان کے یقین کو متزلزل کرنے کے لئے کسی بات کی کمی نہیں ہے، کہیں عیسائی مشنریوں کی راہ سے یہ کام انجام پا رہا ہے تو کہیں دہشت پسندی اور قتل و غارت گری کے راستے سے مسلمانوں کو ارتداد کی سنگلاخ وادیوں میں گھسیٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے، کہیں مال و دولت کی طمع دلا کر ان کو اپنے مذہب سے بیزار کیا جا رہا ہے اور کہیں ادب و فلسفہ اور تحریک تحریر کے ذریعہ ان کو بدلنے کی مہم ہو رہی ہے۔

اس وقت سب سے بڑا خطرہ جو مسلمانوں کو درپیش ہے وہ الحاد کا خطرہ ہے، کفر بواح کی اس کھلم کھلا دعوت کا خطرہ ہے، عالم اسلام اس وقت کفر و الحاد کے مادہ آتش فشاں کے دہانہ پر کھڑا ہے، اس کے سامنے ایک سیلاب عظیم ہے جو اس کی زندگی متاع دین و ایمان کو ایک لمحے میں خس و خاشاک کی طرح بہا لے جانے کے لئے تیار ہے۔

مگر جب اس داخلی خطرہ کی طرف توجہ نہیں کی اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے تمام وسائل و امکانات کو استعمال نہیں کیا تو خدا نخواستہ وہ دن دور نہیں ہے جب کہ اسلامی دنیا کفر و الحاد کا مرکز بن جائے اور نئی نسل اسلام کے نام سے بھی واقف نہ ہو بلکہ وہ ایک ایسے ماحول میں آنکھ کھولے جہاں روس و امریکہ کے تقدس کی تسبیح پڑھی جاتی ہو اور یورپ و امریکہ کی خدا بیزار و اخلاق کش تہذیب کو انسانی تہذیب کا سب سے بلند معیار تصور کیا جاتا ہو۔

ان حقائق کی روشنی میں ہمیں کیا کرنا ہے اور کس طرح اس خطرہ کا مقابلہ ہم کر سکتے ہیں، ہمارا اس وقت کیا ذمہ داری ہے، اور ہم کس طرح اس سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں یہ ہماری موجودہ زندگی کے سب سے اہم سوالات ہیں، ان کا ہمارے پاس کیا جواب ہے؟

موت العالم موت العالم

بہت ہی افسوس کیساتھ ادارہ اس خبر کی اشاعت کرنے پر مجبور ہے کہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ایک پرانے استاذ مولانا

محمد اسباط

صاحب رحمہ اللہ نے ۱۹ جمادی الاولی ۱۳۸۸ھ

یوم پنجشنبہ داعی اجل کو لبیک کہا، مولانا کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع ہے ان سب کیلئے اور خود دارالعلوم کیلئے یہ حادثہ بہت سخت اور غم انگیز ہے لیکن احکام قضا و قدر میں کیا چارہ ہے، مرحوم مدرسہ فرقانیہ میں عرصہ دراز تک درس و تدریس کی خدمت میں مصروف رہے، اسکے بعد تقریباً ۲۰ سال سے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں اپنے علم و عمل سے افادے میں مصروف رہے بلا شبہ یہ ایک عظیم سانحہ ہے کہ مسند عظیم ہے حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں

ادارہ ... پسماندگان کے غم میں شریک ہے

از رئیس الشاکری ندوی

"ایک روشن دماغ تھا نہ رہا"

حضرت الاستاذ مولانا محمد اسباط صاحب نور اللہ مرقدہ کی وفاتِ حسرت آیات پر

کتنی بے نور چاندنی ہے آج — شمع سے دور روشنی ہے آج
ظلمتِ غم کا دور دورہ ہے — گوشہ گوشہ میں تیرگی ہے آج
ایک اک گھونٹ درد افزا ہے — کتنی بے کیف میکشی ہے آج
درد ہی درد آہ! غم ہی غم — زندگی کچھ عجیب سی ہے آج
شعر گوئی پہ کیسے مائل ہوں؟ — طبعِ رنگیں بجھی بجھی ہے آج
چھوڑ کے ہم کو چل دیے استاد — کس قیامت کی یہ گھڑی ہے آج

ذکر کس کا لبوں پہ آیا ہے؟
ابرِ غم جیسے دل پہ چھایا ہے

خون روتے ہیں آسمان و زمیں — کھوئے کھوئے ہیں مہ و پرویں
کیف افزا نہ روح پرور ہے — سونی سونی ہے محفلِ رنگیں
اترے اترے ہیں چہرے پھولوں کے — آہ! گلشن میں جیسے کچھ بھی نہیں
بے مزہ زندگی کا ہر لمحہ — دیدہ و دل میں وہ نشاط نہیں
ہر طرف ایک ہو کا عالم ہے — زندگی کھو گئی ہے جیسے کہیں
لٹ گیا میر کارواں ہے سے — لٹ گیا کاروانِ علم و یقیں

بے ارادہ ہر ایک نے یہ کہا
"ایک روشن دماغ تھا نہ رہا"

کیسے بیتاب دل کو بہلائیں — بہرِ تسکین اب کہاں جائیں
صبح بے نور شام ہے بے کیف — زندگی کے مزے کہاں پائیں
ساقیٔ میکدہ تو سوتا ہے — بادہ کش میکدے کو کیا جائیں
جانِ محفل نہیں ہے محفل میں — کیسے محفل میں دل کو بہلائیں
شہرِ دل میں ہے جیسے ویرانی — زندگی ڈھونڈنے کہاں جائیں
ہم غریبوں پہ کیسی مشکل ہے — مرکزِ علم کس کو ٹھہرائیں

کس قدر دور آہ! ساحل ہے
موجِ طوفاں سے کشتیٔ دل ہے

آہ! وہ جس نے لطف فرمائے — جس کی ہر ہر ادا پہ پیار آئے
دیکھ کر جس کا چہرۂ انور — بے ارادہ خدا کی یاد آئے
جس کے دامن میں جلوۂ ایماں — جس کے قدموں میں خلد لطجائے
جس کا ہر بول اک چھلکتا جام — میکدے کو بھی جس پہ رشک آئے
فہم بخشی شعور بھی بخشا — علم و فن کے نکات سمجھائے
موت کی یاد ذہن میں بھر دی — زندگی کے اصول بتلائے

اس کا مسکن الٰہی جنت ہو
رات دن اس پہ تیری رحمت ہو

لیلی الاخیلیہ اور اس کا دیوانے

محمد نعیم صدیقی ندوی رفیق دار المصنفین اعظم گڑھ

عصر جاہلیت کی عربی شاعری اپنی گوناگوں فنی خصوصیات کی بنا پر ہر عہد و عصر میں مقبول عام رہی اور بلاشبہ اس کا مرتبہ فصاحت و بلاغت، شوکت و سطوت، اور سادگی و پرکاری کے لحاظ سے بہت بلند و بالا ہے۔ اس میں فطرت، صداقت، خلوص، بے لوثی، بے تکلفی اور جرأت و بیباکی کے جو عمدہ نمونے پائے جاتے ہیں ان سے عربی ادب کی پوری تاریخ خالی ہے۔

چونکہ شعر و شاعری عربوں کے خمیر میں شامل تھی، اس لئے عرب میں جس کثرت سے شعراء گذرے اس کی نظیر کسی بھی زبان اور قوم میں نہیں ملتی، اس میدان میں نہ صرف مرد ہی ممتاز تھے بلکہ عورتیں بھی شعر و شاعری کا پورا ملکہ رکھتی تھیں، ایسی بعض شاعرات کے نام تو ایسے ملتے ہیں جو اپنے فنی کمالات کی بنا پر بہت سے شعراء عرب پر تفوق رکھتی تھیں، مثال کے طور پر شہرۂ آفاق مرثیہ گو شاعرہ صحابیہ حضرت خنساءؓ کو پیش کیا جاسکتا ہے جنہیں سوق عکاظ میں نابغہ ذبیانی جیسے استاذ شاعر نے عرب کے چیدہ شعراء کے سامنے اسے اشعر الجن والانس کے شاندار الفاظ سے خراج تحسین پیش کیا تھا۔

عرب شاعرات میں اسی طرح کا ایک نام لیلی الاخیلیہ کا ہے، اسے متفقہ طور پر شاعر عورتوں کا سرتاج تسلیم کیا گیا ہے، حتی کہ ماہر لسانیات اصمعی نے اسے حضرت خنساءؓ پر بھی فوقیت دی ہے، افسوس ہے کہ عرب جاہلی کی اس ممتاز شاعرہ کے مکمل دیوان کا کہیں پتہ نہیں چلتا، مقام مسرت ہے کہ ابھی حال میں عراق کی وزارت تعلیم کی جانب سے "دیوان لیلی الاخیلیہ" کے نام سے ایک نہایت دیدہ زیب مطبوعہ نسخہ موصول ہوا ہے، جسے وہاں کے دو اہل علم ابراہیم العطیہ اور جلیل العطیہ نے ایڈٹ کیا ہے، اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ فاضل مرتبین نے لیلی کے منتشر کلام کو یکجا کرنے میں کتنی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔

اصل دیوان ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے، آخر میں ۶ فہرستیں ہیں پہلی قوافی کی دوسری اعلام الاشخاص تیسری قبائل و جماعات چوتھی مقامات پانچویں لغت اور چھٹی فہرست دیوان کے مصادر و مآخذ کی ہے جس سے دیوان کی افادیت میں بہت اضافہ ہوگیا ہے علاوہ ازیں آغاز میں ۴۳ صفحات پر پھیلا ہوا ایک وقیع مقدمہ بھی ہے جس میں بڑے محققانہ طور پر مختلف مستند تاریخی مآخذ سے لیلی کے حالات سوانح، شعر و شاعری، شعراء عرب میں اس کے مرتبہ اور اس کے دیوان پر وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے جو بجائے خود ایک خاصے کی چیز ہے، ذیل میں لیلی الاخیلیہ کے حالات و سوانح پیش کئے جاتے ہیں جو زیادہ تر مقدمہ سے ماخوذ ہیں۔

نام و نسب:- پورا نام اور سلسلہ نسب یہ ہے۔

لیلی بنت عبد اللہ بن رحال بن شداد بن کعب بن معاویہ بن عبادہ بن عقیل بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ۔

لیلی کے دادا معاویہ بن عبادہ اخیل کے نام سے مشہور تھے اخیلیہ انہیں کی طرف نسبت ہے[1]۔ معاویہ بن عبادہ نے اسلام کا زمانہ پایا تھا۔ اور اس کے شرف سے بہرہ ور ہوئے تھے[2]۔

خاندان:- لیلی الاخیلیہ عرب کے مشہور خاندان قیس بن عیلان بن مضر سے تعلق رکھتی تھی۔

عہد:- لیلی الاخیلیہ نے اپنی زندگی کا کافی حصہ خلفائے راشدین کے عہد میں گذارا، اس کی نشو و نما کے متعلق معلومات پردہ خفا میں ہیں اسی طرح یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ توبہ بن حمیر سے اس عشق کا آغاز کب سے ہوا تھا، جن اہل علم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے وہ بھی صرف اشارات اور خیالات ظاہر کرکے رہ گئے اور تحقیقی طور پر کچھ نہ کرسکے۔

ہاں اتنا معلوم ہوتا ہے کہ توبہ بن حمیر (جو خود بھی ایک بڑا شاعر تھا) لیلی سے والہانہ محبت کرتا تھا، اور اس کے حسن بے پناہ کے بارے میں اشعار موزوں کیا کرتا تھا، اور انطاکی نے تزیین الاسواق میں لکھا ہے کہ "بنی الاخیل بن کعب کے خاندان میں ایک لڑکی تھی، جو اپنے حسن، فصاحت و بلاغت اور انساب عرب کی یادداشت میں مشہور عام تھی، توبہ بن حمیر نے ایک دفعہ اسے کہیں دیکھ لیا اور اس کا دیوانہ ہوگیا۔

عقد اول:- توبہ نے کچھ دنوں کے بعد لیلی کے باپ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا، لیکن اس کے باپ نے شادی سے انکار کر دیا، اور ایک دوسری جگہ بنو الاذلع میں لیلی کی شادی کر دی، شوہر کا نام اور حالات نامعلوم ہیں، صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ بہت ہی خود دار شخص تھا، شادی کے بعد بھی توبہ برابر لیلی سے ملنے اس کے مکان آیا کرتا تھا، لیلی کے بھائیوں نے اسے اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر وہ نہ مانا، بالآخر سلطان وقت کے پاس شکایت پہونچی اس نے فیصلہ دیا کہ اگر آئندہ توبہ آئے تو اسے قتل کر دیا جائے، چنانچہ اس کے بعد وہ پھر لیلی کے مکان پر نہ آیا مگر جب بھی اسے پتہ چلتا کہ لیلی نکل کر کہیں باہر جا رہی ہے تو وہ اس کی گذرگاہ پر نقاب اوڑھ کر بیٹھ جاتا اور اس کے حسن کا دیدار کرتا، اس واقعہ کا ذکر توبہ نے اپنے بہت سے اشعار میں کیا ہے۔

عقد ثانی:- لیلی اخیلیہ نے دوسرا عقد سوار نامی ایک شخص سے کیا، کچھ پتہ نہیں چلتا کہ پہلے شوہر نے اسے طلاق دے دی تھی یا انتقال کر گیا تھا، ابن عساکر نے صرف اتنا ذکر کیا ہے کہ "لیلی الاخیلیہ نے دوسری شادی کر لی"[3] مرزبانی کے بیان کے مطابق سوار صحابی رسول تھے، جن کا شمار مخضرمین شعراء میں کیا جاتا تھا۔

لیلی الاخیلیہ نے اپنی گوناگوں شاعرانہ صلاحیتوں کی بنا پر ایک ممتاز و بلند مقام حاصل کر لیا تھا، عوام سے لیکر حکومت کے ایوانوں تک میں اس کی دھوم تھی، اس نے اپنے عہد کے تمام حکمرانوں کی شان میں بہت سے قصیدے بھی لکھے، جن میں معاویہ بن ابوسفیان (المتوفی ۶۰ھ) مروان بن حکم (المتوفی ۶۵ھ) عبد الملک بن مروان

(باقی ص ۹ پر)

---

[1] بلاغات النساء ص۲۰۵ جمہرۃ انساب العرب ص۲۹۰

[2] اصابہ ج۳ ص۴۱۵

[3] تاریخ دمشق ج۱۹ ص۲۸۲

گذشتہ سے پیوستہ

نیل کے مجاہد

بہادری کے ساتھ ساتھ بیباکی تباہ کن غلطی!

از سید صدیق نسیم سنداوی

ہر سو کھڑا اور ایک بڑے پل کے علاوہ جو اس علاقے میں ہمارے آدمیوں کا ریلوے لائنوں پر حملہ کرنا اور اسے تباہ کرنا نیز توڑ پھوڑ اور تخریب کاری کی یہ کوئی پہلی مثال نہیں تھی بلکہ وہ ان کارروائیوں کو سینکڑوں بار دہرا چکے تھے، یہ ایک معمول سا بن چکا تھا کہ ہماری ان کارروائیوں سے دشمن کے فوجی ... سے دوچار ہوتے، بہت سے آدمی ہلاک ہوتے سینکڑوں زخمی ہوتے۔ دوسری طرف ہمارے کسی آدمی کا معمولی سا نقصان بھی نہیں ہوتا تھا اور بغیر ہمارے اور دشمن کے درمیان کسی جھڑپ کے یہ مہم سر ہو جاتی تھی، دشمن گویا اس بات کا عادی ہو چکا تھا کہ لائن درست کرنے کے لئے حادثہ کے بعد انجینئر و مستری وغیرہ بھیجتا اور جیسے ہی وہ اپنے فرائض انجام دے کر واپس ہوتے فوراً ہی ہم اپنے فرائض انجام دینے پہونچ جاتے دشمن کا لائن درست کرنے اور ہمارے تباہ کرنے کا سلسلہ گردش لیل و نہار کی طرح جاری تھا، مگر جنوری ... کے شروع میں بہت بڑے پیمانے پر ایک کارروائی کی گئی جس کی ابتدا حسب معمول چھوٹے چھوٹے اتفاق سے ہوئی لیکن انتہا ایسی کہ گمان نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وقت مقررہ سے کچھ پہلے ہمارا ایک دستہ جو یونیورسٹی و کالجوں کے طلباء پر مشتمل تھا، حسن عبدالغنی کی قیادت میں پل ... تک پہونچ گیا، یہ تمام نوجوان اپنی بہادری اپنے ایثار اور اپنی جفاکشی میں ممتاز تھے۔ اسی دستہ میں حسن عبدالغنی جو فلسطینی فدائیوں کا ایک افسر تھا اور ایسے ہی ایک دوسرے شخص کی موجودگی کے باوجود جو معتدل مزاج تصور کئے جاتے تھے اور جن میں حکمت و تدبر کوٹ کوٹ کر بھرا تھا بقیہ تمام لوگ انتہائی جذباتی قسم کے تھے بہت جلد برانگیختہ ہو جاتے تھے اس قسم کے لوگوں کو کاموں میں کرنے کے لئے نہ تو حکمت و تدبر کام آسکتا تھا اور نہ ہی کوئی دوسری چیز کارگر ہو سکتی تھی — شروع جنوری میں ایک روز ظہر کے وقت کچھ نوجوان لائن مزدوروں کے نیلے لباس میں ملبوس ایک جگہ نظر آرہے تھے ان کے ہاتھوں میں لائن درست کرنے والے اوزار تھے، اگر اس جگہ ان کی کوئی نگرانی کرنے والا ہوتا تو اچھی طرح سے دیکھ لیتا کہ اب وہ ایک جگہ کھڑے ہو گئے ہیں پھر چھپکے چھپکے چوروں کی طرح ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں پھر چند لمحہ بعد کسی چیز پر ہتھوڑوں کے ٹکرانے کی آواز سنائی دیتی پھر ساری باتیں اس کے سمجھ میں آجاتیں کہ یہی وہ مجاہد ہیں جنہوں نے آزادی کے حصول کیلئے اپنی زندگی داؤں پر لگادی ہے، تقریباً نصف گھنٹہ بعد وہ سب کے سب شہر کی طرف منتشر ہو کر لوٹ رہے تھے لیکن ان میں کے ایک نوجوان ... ایک کتاب پڑھ کر گذر رہے ... دوران میں دھوئیں کی ایک ہلکی سی لکیر دکھائی دی پھر چند منٹ کے بعد ایک ٹرین رینگتی ہوئی دکھائی دی، اب ٹرین لمحہ بلمحہ قریب آتی جا رہی تھی اور جوں ہی وہ نشانہ پر پہونچی اس نوجوان نے دھماکہ خیز مادہ کو پوری قوت سے دبایا اور پھر ایک قیامت خیز دھماکہ نے پورے علاقہ کو ہلا کر رکھ دیا اس کی ہیبت ناک آواز میں انجن کا شور و غل بھی گم ہو کر رہ گیا، اس کے ڈبے ادھر ادھر لڑھکنے والے سے پہلے سختی سے آپس میں ٹکرائے اور دیکھتے ہی دیکھتے پوری ٹرین تباہ ہو کر رہ گئی، اپنی مہم کو پوری طور سے کامیاب ہوتے دیکھ کر وہ نوجوان بجلی کی پھرتی سے شہر کی طرف بھاگ پڑا، اسی اثنا میں اس کے ہمراہ ٹرین کے محافظوں نے ہر طرف سے گولیوں کی بوچھار کردی لیکن وہ کسی نہ کسی طرح بچتا چھپتا ہوا صحیح سلامت اڈے پر پہونچ گیا، اس علاقے کے کسانوں نے اس دن تھوڑی کوئی زیادہ اہمیت نہ دی کیونکہ ان کی آنکھوں نے بارہا یہ نظارہ کیا تھا اور ان کے کان اس آواز سے مانوس ہو گئے تھے۔

دوسرے روز ایک چھوٹا سا ٹرالی پٹریوں پر رینگتا ہوا جائے حادثہ پر پہونچ کر رک گیا اس میں سے چند فوجی اترے اور تباہ شدہ پٹریوں کو نکال کر اس کی جگہ نئی پٹریاں لگانے لگے، اگر ان فوجیوں میں سے کوئی بھی اپنے بائیں جانب تھوڑے فاصلہ پر چند لمحہ بھی غور سے دیکھتا تو وہ دیکھتا کہ جیسے کھیت کے ہرے بھرے پودوں میں جان سی پڑ گئی ہے اور وہ بڑی سرعت سے ان کی طرف بڑھ رہے ہیں اور پھر پانچ مختلف جگہوں پر بندوق کی نال سے وہ ہری بھری سطح پھٹ کر رہ گئی اور پھر اچانک وہ پودے آگ اگلنے لگے گولیوں کی بارش ہونے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے تین فوجی ڈھیر ہو گئے، بقیہ انگریز فوجی... صورت حال کا اندازہ کر کے زمین میں دبک گئے اور پٹریوں کی آڑ لے کر فائرنگ کرنے لگے، ہمارے آدمی ابھی تک خلاف معمول جائے حادثہ سے کھسکے نہیں تھے، یہ ایک عجیب بات تھی، شاید کہ انہیں بہادر اور عظیم قوت رکھنے والے دشمنوں کو ریت میں سر چھپائے ہوئے دیکھ کر خوشی ہو رہی تھی،

دھماکات

وہ برابر تاک تاک کر گولیاں برسائے جا رہے تھے یہ سلسلہ بہت دیر تک جاری رہا، قصبہ قریب کے لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ ان کے مجاہد مصیبت میں گھر گئے ہیں تو فوراً ہی سب ان کی مدد کو دوڑ پڑے اور ایک تالاب کے قریب منتشر ہو کر فائرنگ کرنے لگے، اسی اثنا میں دشمن کی چند فوجی موٹریں پہونچ گئیں جن میں سے ملٹری پولیس نے اتر کر قریب ہی مورچہ جمایا اور کارروائی شروع کردی، اسی وقت کچھ اور نوجوان قریبی علاقوں سے مسلح ہو کر آگئے اور انہوں نے آتے ہی ان موٹروں پر فائرنگ شروع کردی، اتنا فائرنگ سے ان کے پٹرول کے ذخیرہ میں آگ لگ گئی اور وہ سب کی سب تباہ ہو گئیں، تھوڑی دیر بعد موٹروں کی جگہ وہاں پر راکھ کا ڈھیر دکھائی دے رہا تھا۔

ہمارے آدمیوں نے ابھی تک صورت حال کی سنگینی کا اندازہ نہیں کیا تھا، وہ برابر اپنے کام میں جٹے رہے یہاں تک کہ برطانوی فوجی ٹرک چھاؤنی سے نکل کر میدان کارزار کی طرف بڑھنے لگے، وہ ٹرک تھوڑے سے فاصلہ پر آکے رک جاتے تھے اس میں سے تمام فوجی چپکے سے اتر کر اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کسی چیز کی آڑ لیکر مورچہ بندی کرنا شروع کر دیتے تھے پھر تھوڑی دیر میں میدان کے گرد حلقہ کیا جانے لگا، اسی وقت پیچھے سے کئی بکتر بند گاڑیوں نے آکر بھاگنے کا راستہ مسدود کر دیا۔

[illegible] ... اپنا سفر جاری رکھے ... بعد جو اس جوان نے

بقیہ صفحہ ... پر

گذشتہ سے پیوستہ

یروشلم

از: فاروق خان

[illegible]

عیسائی بہیمیت کی داستانِ جگر فگار

مردم خوری اور سفاکی کی لرزہ انگیز داستانیں

چوتھے ذویزن کے اخلاقی کردار کے بارے میں مورخ لکھتا ہے کہ قتل اور غارت گری کی یہ آندھی ایک جگہ کو نیست و نابود کر دیتی تھی پھر یہ قافلہ تاراجی آگے بڑھتا تھا۔[1]

لڑکی روایت کے مطابق ۶ لاکھ ۵۰ ہزار عیسائی جو مسلمانوں کو تباہ کرنے یورپ سے نکلے تھے سب کے سب تباہ و برباد ہو گئے تھے۔[2]

اس عظیم تباہی کے بعد مسیحی یورپ کا غصہ مزید بھڑکا اور حملوں کی تیاریاں از سر نو شروع ہوئیں، انگلینڈ یورپ کے لاتعداد اور ممتاز فوجی سورما شامل کئے گئے، اور مسیحی شجاعت کے تابندہ ستارے کام آئے، بے شمار نائٹ اور ان کے اسکوائر ایسکوائرز جن کی عجیب جاگتی تصویر معروف انگریزی شاعر چاسر اپنے کینٹر بری ٹیلز میں پیش کرتا ہے۔ اس ہزیمت و ناکامی کے بعد مسیحی یورپ نے مسلمانوں پر یلغار کے لئے نئی فوجیں تیار کیں نیتیں پر چونکہ پہلا حملہ ناکام رہا اس لئے دوسرے حملے کے لئے بڑی کثیر مسیحی فوج نیس کے میدان میں جمع ہوئی۔

اس مجمع کا منظر کارلائل کی زبانی زیادہ اثر انگیز ہے کیونکہ متحدہ یورپ کے وحشی صلیبیوں کا یہ جھنڈ پیر و دانِ محمد کا خون پینے کے لئے بے قرار تھا۔[1]

اس جنگ میں ایک لاکھ فوج زرہ و بکتر میں ملبوس تھی۔[3]

۶ مئی سے ۲۴ مئی تک شہر کا محاصرہ رہا، آخر شہر کا سقوط ہوا لیکن عیسائی لشکر اس کی ہمت پرستگی تک نہ پڑی تھی۔[4]

اس کے بعد (۱۰۹۷ء) پر قبضہ کر کے لاطینی حکومت قائم کی گئی۔ شہر انطاکیہ کا محاصرہ ۹ ماہ تک قائم رہا، لاکھوں افواج شہر کا محاصرہ کئے رہیں، عیسائی کیمپ میں جب رسد ختم ہوئی تو مردم خوری شروع ہو گئی گبن رقمطراز ہے کہ عیسائی کیمپ میں عام طور پر انسانی گوشت فروخت ہونے لگے اور جب مویس بوہمنڈ کے مطبخ میں داخل ہوئے تو چند انسانی لاشیں نظر آتی تھیں۔[1]

مسلمان، لاکھ عیسائی افواج کا دفاع ۹ ماہ تک کرتے رہے، بالآخر ۱۰۹۸ء میں شہر کا سقوط ہو گیا، سقوط انطاکیہ کے بعد جو درندگی عیسائی افواج نے کی تاریخ میں مشکل سے اس کی نظیر مل سکے، قبریں کھود کر لاشیں نکالی گئیں کپڑے اور زیورات اتار دیے گئے، چند ترکوں کا سر اتار کر آبدیدہ اور ماتم کناں ترکوں کی نگاہوں کے سامنے نمائش کی گئی اور کچھ سر خلیفہ مصر کو انبساط فتح کیلئے بھیجے گئے۔[2]

قتل عام میں عمر کا کوئی لحاظ نہ رہا، لاچار جوانی اور صنف نازک کا حسن لاطینی خونخواروں کیلئے بے معنی تھا، گھر بے امان ہو گئے، مسجد دل پذیر نظر پڑتے ہی عیسائیوں کے بدن میں آگ لگ جاتی اور درندگی مزید بھڑک اٹھتی۔[3]

سقوط انطاکیہ کے بعد جب عیسائی افواج شہر کے اندر داخل ہوئیں تو موت کی آندھی کی طرح سارے شہر پر چھا گئیں، سڑکیں گلی کوچے لاشوں سے اٹ گئے، قتل عام خون کی تشنگی کو مزید بھڑکاتا گیا، جب زندگی کے تمام علامات موت کے غلاف سے ڈھک گئے تو مسیحی قاتلین نے لوٹ کا بازار گرم کیا، اس طرح عیسیٰ کے پجاری بے رحمی اور درندگی کا مجسمہ بن گئے تھے۔[4]

قتل و لوٹ کے بعد یہ قافلہ تاراجی بہیمانہ شہوات کے سمندر میں غرق آب ہو گیا، نہ دین و مذہب کا خیال رہا نہ حیاء و شرم کا۔[1]

جولاگبن بدکاری، فحاشی کی ایسی کوئی مثال پیش کرنے سے جنگ کی تاریخ قاصر ہے، عیسائی اس طرح بہیمانہ شہوت کا شکار ہوئے کہ وہ اخلاط کا وعظ کا مجمع جو کسی فوجی کمانڈر کے ہدایات تھے۔[2]

انطاکیہ میں تقریباً دس ہزار مسلمان شہید ہوئے، شدت نفرت کے اظہار کیلئے عیسائی لاشوں کا مثلہ کرکے نمائش کیا کرتے تھے معروف فرانسیسی مورخ میخاڈ اپنی کتاب تاریخ صلیب میں بعض جگر گداز مناظر کا ذکر کرتا ہے بلجوق امیر کا لڑکا جب مسیحیوں کے ہاتھ آیا تو باپ کی نظروں کے سامنے اسے قتل کر کے مثلہ کیا گیا۔[3]

پیڑوی ہرمٹ نے انطاکیہ کے لڑاکا مسلمانوں کو پیغام دیا کہ وہ عیسائی مذہب قبول کر لیں یا تو مسیحی برادری کا حصہ بن جائیں اور مفتوحہ علاقوں میں خوشی سے رہیں یا تلوار کا مقابلہ کریں عیسائی تلوار بتا دے گی کہ حق کس کے ساتھ ہے۔[4]

سقوط انطاکیہ کے بعد شام کے شہر معرۃ النعمان کی بربادی کا دور شروع ہوا، اس شہر میں ایک لاکھ مسلمان شہید کئے گئے، رسد کے خاتمہ پر عیسائی افواج نے انسانی گوشت پر گزارا کرنے لگیں مسلم شہیدوں کی کھدائی شروع کی اس امید میں لاشوں کے پیٹ چاک کئے کہ شاید سونا برآمد ہو، جب سونا برآمد نہ ہو سکا تو لاشوں کے گوشت عیسائی کھانے لگے۔[5]

انطاکیہ کے بدنصیب قیدیوں کا حشر برآمد ہوا، جوان اور تندرست مسلمانوں کو غلام تجارت کے لئے رکھ دیا گیا، بوڑھے اور اپاہج شہید کئے گئے ان کا مثلہ کیا گیا اور وہ بے پناہ مظالم کا شکار ہوئے۔[6] "بقیہ آئندہ"

---

[1] لین پول مرجع سابق ص۴

[2] ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر (۱) چاسر کے شاہکار (

) مرتبہ ڈیوڈ ایولاڈ، لندن ۱۹۰۳ء ص

[3] ص ۲ ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر (۲)

[4] گبن مرجع سابق ص ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر (۱)

[1] کارلائل دیوان ظلم ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر (۱۴)

[2] لین پول مرجع سابق ص ۱۳ [3] ایضاً ص ۱۲۱

[1] گبن مرجع سابق ص ۲۴

[2] لین پول مرجع سابق ص ۱۹۹ ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۱۷

[3] ایضاً ص ۱۹۹ ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۱۸

[4] ایضاً ص ۱۹۹ ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۱۹

[1] ایضاً ۱۹۹ [2] گبن مرجع سابق ص

[3] چارلس مادو تاریخ صلیب پیرس ۱۸۵۹ء جلد اول ص ۲۱۳ [4] لین پول مرجع سابق ص ۲۱۲ ملاحظہ ہو ضمیمہ [5] ایضاً ص ۲۱۹-۲۲۰ ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر (۲۱)

[6] ایضاً ۲۲۹ ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۲۲

گذشتہ سے پیوستہ

عرب ز نغمۂ شوقم ہنوز بے خبر است

از حبیب الحق ندوی

یورپ کی مذہبی اور سیاسی تاریخ کا طالب اس حقیقت سے بےخبر نہیں کہ یورپ کی کن خرابیوں کے نتیجہ میں تحریک اصلاحات کا ظہور ہوا جو بعد میں پروٹسٹنٹ کی تحریک بن گئی ارباب اقتدار اور چرچ میں رسہ کشی کی نوعیت کیا رہی؟ ان تفصیلات میں جانے کی فی الحال ضرورت نہیں، صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہوگا کہ اسی تحریک اصلاحات کے دور میں یورپ میں تحریک ریسرچ کا آغاز ہوا، جدید سائنس کی داغ بیل پڑی، فضا بدلی اور دین سیاست سے الگ ہوگیا، دین ذاتی مسئلہ قرار دیا گیا، اجتماعی زندگی، معاشی یا سیاسی نظام سے اس کا رشتہ ٹوٹ گیا

یورپ انقلابی کروٹ کے لئے کسمسا رہا تھا، آخر اس نے کروٹ لی، جدید مکاتب فکر، فلسفہ، علوم، اخلاق وغیرہ کا ظہور ہوا، تحقیق و جستجو اور سراغ رسانی کا ملکہ بڑھتا گیا، نئی دنیا اور نئے آفاق کا ارمان سینہ میں گدگدانے لگا، دیکھتے دیکھتے سارا کرۂ ارض مغربی استعماریت کا نوآبادیات کے زیر نگیں آگیا، عالم اسلام بھی زیر نگیں آیا، اور اپنی خودی کھو بیٹھا۔

اسلام اور مسلمانوں کی خودی مغربی استعماریت کے شروع ہونے سے پہلے صدیوں قبل ختم ہوچکی تھی، اسلام من حیث ملوکیت اسی تیزی سے اسلام مفلوج ہوگیا، یہ کہنا دینی دیانت کے خلاف ہوگا کہ اسلامی حلقوں میں دین و سیاست کی کشمکش جاری نہ رہی، ہمارے یہاں بھی دین دنیا سے الگ ہوگیا، جبہ و عمامہ و تسبیح و سجادہ والے دین کے ٹھیکیدار قرار دیئے گئے۔ اور تخت و تاج اور دیبا و کمخواب والے دنیا کے ٹھیکیدار بن گئے، اسلام نے پہلی شکست یہیں کھائی ہے

عرب خود را بہ نور مصطفیٰ سوخت
چراغ مردۂ مشرق برافروخت
ولیکن آں خلافت راہ گم کرد
کہ اول مومناں را شاہی آموخت

فتح و شکست کا مسئلہ شہنشاہیت نے طے کر دیا۔ اب دین دنیا سے اور دنیا دین سے الگ ہوگئے، شہنشاہیت کو اپنے سیاسی وجود کی شرعی حیثیت ثابت کرنے کے لئے بہرحال تائید اور شرعی جواز کی ضرورت پڑتی رہی، یہ سلسلہ صدیوں چلتا رہا، یہاں تک کہ ہم بیسویں صدی میں پہنچ گئے۔

مغربی استعماریت کو مسلمانوں اور اسلام سے کیا محبت ہوسکتی؟ آخر وہ اپنے سیاسی وجود اور بقا کے لئے ایسے ذرائع کیوں استعمال نہیں کرتے جو اسے مسلمانوں کی سرزمین پر بقائے دوام عطا کرسکے؟ فطرتاً مسلم طبقات دو حصوں میں تقسیم ہوگئے، انتہا پسند اور امرا کو سبز باغ دکھا کر انہیں شوریٰ کی مسند پر بٹھایا، دین بیزار مفکرین کے طبقہ کو کبھی مناصب جلیلہ پر بٹھا کر خاموش کرا دیا کبھی انہیں ایک دوسرے کے خلاف بھڑکا کر باہم برسرپیکار رکھا تاکہ ان کی قوت و جمعیت کو کبھی وحدت نصیب نہ ہوسکے، اس بٹوارہ میں علماء کا بٹوارہ بھی فطری تھا، کچھ علماء استعماری قوتوں کے دست و بازو بن گئے اور کچھ اس کے خلاف جہاد کرتے رہے۔

یہاں ہمارا مقصد علماء اور استعماری قوتوں کے باہمی تعلقات پر بحث کرنا نہیں ہمارے سامنے عظیم سوال یہ ہے کہ علماء اور امت مسلمہ کی نئی نسل میں خلیج کیوں پڑی اور ان کی نفسیات میں ذہنی مغربی استعماریت کی روح کیسے پیدا ہوئی کہ برسر اقتدار آتے ہی وہ علماء کی گردن پر نہ صرف چھری چلانے کے لئے تیار ہوگئے بلکہ خود اسلام کی گردن پر ہی کند چھری چلانی شروع کی اور علماء دیکھتے کے دیکھتے رہے!

درحقیقت نئے آنے والے انقلاب اور نئی استعماری قوتوں کی نفسیات پر غور و فکر کے بعد اپنی نئی نسل کے ساتھ رشتہ استوار کرنے کا علماء میں نہ حوصلہ پیدا ہوا نہ اس کی طرف کسی کی نگاہ گئی، ایک طرف علماء کی باہمی رقابتیں ان کی وحدت و قوت کو گھن کے کیڑوں کی طرح کھاتی رہیں، دوسری طرف استعماری قوتوں نے بھی علماء کو اپنے اغراض کے لئے استعمال کیا، آئے دن علماء کو حکمت و تدبر سے ٹالنے کے بجائے ایک طرف ہر جدید کے خلاف کفر کے فتوے صادر ہونے لگے اور ہر جدید نواز پر جھنڈا ریزہ لگی اور دوسری طرف آپس میں ایک عالم دوسرے عالم کے خلاف معمولی اور غیر اہم مسائل پر مناظرے اور کفر جاری کرنے شروع کئے، کفر کے فتاویٰ سے نہ استعماریت کا سیلاب روکنا ممکن تھا نہ ہی اتحاد باہمی کا حصول ممکن تھا۔

مسلم معاشرہ تین حصوں میں بٹ گیا (۱) علماء (۲) نیا انگریزی داں طبقہ (۳) اور عوام کا غیر تعلیم یافتہ طبقہ، انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ علماء کی باہمی رقابت اور رسہ کشی کو دیکھ کر کبھی ان کے قریب آنے کی جرأت نہ کر سکا، عوام البتہ دو طبقوں میں بٹے رہے، علماء کے ہر گروہ کا جتھا عوامی حلقہ ضرور موجود رہا جس کے جذبات سے علماء کھیلتے رہے مغربی استعماریت کا آب و دانہ اٹھا اور وقت پورا ہوا، وہ اپنے وطن واپس گئی، مقامی اقتدار ظاہر ہے کہ نا خواندہ عوام میں آنے کے بجائے اسی انگریزی خواں طبقہ میں آیا جو تعلیم یافتہ تھے اور استعماریت کے تربیت یافتہ بھی، یہ طبقہ بھی مزاج اور کردار میں استعماری حکمرانوں سے مختلف نہ تھا، سیاسی قوت پیدا ہوتے ہی اس طبقہ نے علماء کے اس طبقہ پر تلوار اٹھائی جو ایک عرصہ سے کفر کا بار پہناتا رہا یا لعنت و ملامت کرتا، اقتدار میں آنے سے پہلے اس طبقہ کی نفسیاتی تربیت کی ضرورت تھی، اس امر کی ضرورت تھی کہ اصحاب فکر و نظر نئی نسل کی طرف لعنت و ملامت کے بجائے محبت کا قدم بڑھاتے انہیں دینی شعور پیدا کرتے، ظاہر ہے یہ شعور نفرت لعنت ملامت اور دھتکار کے ذریعہ نہیں پیدا کیا جاسکتا تھا، اس پالیسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ دینی تربیت کی محتاج نئی مسلم نسل دین سے کوسوں دور ہوگئی، اس کی نفسیات اور طرز فکر اور یک جہتی کی نفسیات اور طرز فکر میں کوئی فرق نہیں رہا، غیر تربیت یافتہ طبقہ جب بھی اقتدار میں آئے گا اس کا یہی برتاؤ ہوگا، اقتدار اور اس کا شریعت جائز اور ناجائز طریقوں سے حکومت کی کرسی کو سنبھالے رکھنا ہے۔ علماء مذہبی اور دلی تربیت طبقہ کا بیجا جھگڑا ہوا اس کی طاقت علماء میں باقی نہیں رہی، باہمی تصادم و رقابت کی وجہ سے قوت کی کمی اور عوامی مقبولیت سے محرومی نیز علمی اور فکری جمود کی وجہ سے تعلیم یافتہ طبقہ میں بھی تائید کی کمی رہی، تعلیم یافتہ طبقہ اس بیان سے مطمئن نہیں ہوسکتا ہے کہ مغربی تہذیب مادی تہذیب

بقیہ ص۱۹ پر

بقیہ نیل کے مجاہد

اس پل والے مرکز میں ہمارے دستہ کا کمانڈر حادثہ کے وقت موجود نہیں تھا کیونکہ عکرہ اکثر و بیشتر اپنے ایک ساتھی کے ساتھ رہتا تھا جس کے ذمہ قریب کے ایک گاؤں "ابو حماد" کا انتظام کرانا تھا، جس وقت اس کو یہ خبر پہونچی فوراً اپنی موٹر سے جائے وقوعہ پر پہونچ گیا وہاں اس نے حالت انتہائی مایوس کن پائی اس کے لئے اس پوزیشن پر قابو پانا سخت مشکل تھا نہ ہی وہ ان کو پیچھے لوٹنے کا حکم دے سکتا تھا کیونکہ اس کے آدمی لائن پر دور دور تک پھیلے ہوئے کیونکہ وہ ہر طرف سے گھر چکے تھے، ان میں سے بہت سے کسان تھے اور بہت مزدور تھے جو ذرا دیر کے لئے بھی اپنی بندوقوں کو ٹھنڈا نہیں ہونے دیتے تھے اور نہ ہی وہ انہیں مقابلہ کا حکم دے سکتا تھا کیونکہ وہ یہ اچھی طرح سے سمجھ چکا تھا کہ اس سے کچھ بھی فائدہ کی امید نہیں ہے بلکہ یہ صرف اقدام خودکشی ہوگا، ابھی وہ یہی سوچ رہا تھا کہ اچانک جیسے قیامت آگئی، دشمن نے مشین گنوں مارٹر توپوں ٹینکوں کا منہ کھول دیا تھا ساری فضا شعلہ بار ہو رہی تھی اب ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی آتش فشاں پھٹ پڑا ہے، بہرحال ایسی حالت میں کسی بہتری کی امید فضول تھی، تب ہمارے کمانڈر نے معاملہ اللہ کے حوالے کیا اور خود بھی جنگ میں کود پڑا۔

آزادی کے ان دیوانوں پر حلقہ ہر لحظہ تنگ سے تنگ ہوتا جا رہا تھا لیکن اپنی گرفت مستحکم کرنے کی خاطر انگریز فوجیوں کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ اس تالاب کے پل کو پار کریں جس پر مصری پولیس متعین تھی، خونریزی ان کا ایک دستہ پل عبور کرنے بڑھا جس کا مصری پولیس نے گولیوں سے استقبال کیا اور پھر دونوں طرف سے فائرنگ ہونے لگی، اس طرح مصری پولیس کو بھی میدان میں کودنا پڑا، بعد میں انہوں نے دشمن کو پل سے دور رکھنے کی انتہائی کوشش کی لیکن دشمن کا زبردست دباؤ ہونے کی وجہ سے بالآخر مصری پولیس کو زبردست نقصان کے ساتھ پیچھے ہٹنا پڑا، اس وقت تک دشمن کی طاقت پورے ایک بریگیڈ میں تبدیل ہو چکی تھی جس کی مدد کو پانچ ٹینک اور پچاسوں بکتر بند گاڑیاں آگئی تھیں انگریزی کمانڈر ایک بڑی موٹر سے احکامات دے رہا تھا، واقعات صاف اشارہ کر رہے تھے کہ حالت انتہائی ابتر ہو چکی ہے پھر بھی آٹھ گھنٹہ بعد جا کر کہیں دشمن ہماری قوت کو پارہ پارہ کر پایا دشمن کا حلقہ تنگ ہو گیا اور مجاہدین ہجوم ہو گئے باوجود کہ اب کامیابی محال ہے، آزادی کے یہ عاشق اس وقت تک فائرنگ کر کے دشمن کو نشانہ کرتے رہے جب تک کہ ان کا سارا ذخیرہ ختم نہ ہو گیا، اس وقت انہوں نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن گولیوں نے ٹیک کر روک دیا، ان میں سے چند شہید ہوئے کئی زخمی ہوئے اور باقی قید و بند کی مصیبتیں جھیلنے کے لئے زندہ رہ گئے۔

اس معرکہ میں عمر شاہین اور احمد المنیسی نام کے ہمارے دو بہترین آدمی شہید ہوئے ان کے ساتھ ہی ہمارے اور بہت سے ساتھیوں نے جن میں مزدور کسان ہر پیشہ کے افراد شامل تھے آزادی پر اپنی جانیں نچھاور کر دیں، باقی لوگوں نے فوجی جیل میں طرح طرح کے عذاب جھیلے جن کے زخموں کے نشانات ان کے بدن پر اس وقت تک دیکھے جا سکتے تھے جب انگریزوں نے اس خونی ڈرامہ کے آخری سین پر انہیں رہا کیا تھا۔

باقی ہے

آشنا

صابو صدیق
مسافرخانہ
مسجد کی
توسیع

خدائے بزرگ و برتر محمد حاجی صابو صدیق کو غریق رحمت نصیب کرے کہ ان کی مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں باب المکہ (بمبئی) میں مسافران حج کیلئے ایک مسافرخانہ تعمیر ہوا، اور آج تک اس مسافرخانہ میں بغیر کرایہ کے حجاج الحمد للہ یہ مسافران حرم کو ٹھہرایا جاتا ہے، ہر سال بیرون بمبئی کے عازمین حج بیک وقت بڑی تعداد میں اس مسافرخانہ میں قیام پذیر ہوتے ہیں، لہٰذا پچھلے چند سالوں سے مسافرخانہ کی مسجد مصلیوں کیلئے ناکافی ہو رہی ہے اور اب بہت جلد اس مسجد کی توسیع کا کام شروع کر دیا جائیگا، چونکہ یہ مسافرخانہ مرکزی ہے، لہٰذا ہم تمام مسلمانوں سے مؤدبانہ گذارش کرتے ہیں کہ وہ اس کار خیر میں حصہ لیکر جنت کے اس سرمایہ کی حفاظت کریں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

المرقوم منیجر محمد حاجی صابو صدیق مسافرخانہ کرناک روڈ بمبئی

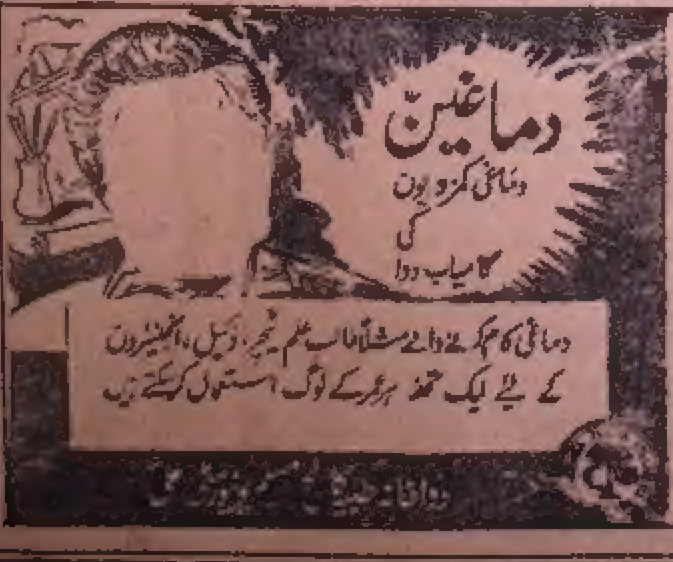

"سول ایجنسیاں"
(۱) — ادھو جنرل اسٹورس امین آباد لکھنؤ
(۲) ایم ایس ظہیر برادرس جین گنج کانپور

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

تحریر استاذ علم التسل ——— ترجمہ اقبال احمد اعظمی ندوی

۲۰ سال بیت چکے ہیں اور ہم ہیں کہ ابھی تک یوم فلسطین منا رہے ہیں، اس طویل عرصہ میں کسی نے اپنے دل سے یہ حقیقت دریافت کرنے کی زحمت نہیں کی کہ فلسطین کو دوبارہ واپس لینے اور عربوں کے وجود اور ان کے مستقبل کو ہلاکت اور زوال سے بچانے کیلئے ہم کس طرح کی تیاریاں کر رہے تھے، ہم خود بھی خودفریبی میں مبتلا رہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی دھوکے میں رکھا، ہم دھواں دھار و شعلہ بار تقریروں اور بے حقیقت باتوں میں مبتلا خواب غفلت میں سوتے رہے، ہم اس انتظار میں رہے کہ آسمان سے کوئی معجزہ نازل ہوگا اور ہمارے دشمنوں کا صفایا کرکے ہم کو ان پر غلبہ بخش دے گا، اور اس بات کو بھول گئے کہ اب آسمان سے ہرگز ابابیل کا دستہ دشمنوں کو پتھر مار کر ہلاک کرنے کے لئے نہیں اترے گا اس لئے کہ ہم مسلمان اپنے دشمنوں سے دشمنی سے پہلے اپنے آپ سے، اپنی عزت اور شرافت سے دشمنی کرنے لگے ہیں، اگر آسمان سے ابابیل کا دستہ آتا بھی ہوگا تو ہمارے لئے نہیں اترے گا اس لئے کہ یہ اللہ کا اٹل قانون ہے کہ اللہ تعالے کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اندر تبدیلی نہ پیدا کر لیں۔

فلسطین کو ہمارے ہاتھوں سے نکلے ہوئے بیس سال ہو گئے، شروع سے جب سے فلسطین ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے یہ بات عام اور مشہور ہوگئی ہے کہ جو چیز طاقت و قوت کے زور سے لی جاتی ہے اسی قوت کے زور سے واپس بھی لی جاسکتی ہے۔ قوت حاصل کئے بغیر کوئی ملا یا خودکشی کرتا ہے دو عربی نوجوان جس کے نزدیک بھی میں تھا کہ مسئلہ فلسطین کی خدمت کے لئے بالکل تیار اور مستعد رہے اسکو ذہانت اور فضائی بالکل نے پارہ پارہ کرکے رکھ دیا اور بہترین عرب کمانڈر کو غلط سیاست نے سرحد و بزدلی، اور بہادری کے میدانوں سے دور ڈال دیا ہے، اور وہ لوگ جو پانچ جون سے پہلے ان کارناموں کے نتائج سے ڈرایا کرتے تھے، دیکھتے ہی دیکھتے ان کو انتہائی غلط سیاست نے کہیں کا نہ رکھا۔

اور جب عرب مورچے پانچ جون کی شرم و عار کی آگ سے بھڑک اٹھے اور وہ لوگ جنہوں نے سرزمین عرب کو اپنی تجارت، اپنی سیر و تفریح کا میدان بنا لیا تھا، جب وہ بھی اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنے لگے تو انھوں نے وہی چیز دہرائی جس سے وہ لوگ ڈرا کرتے تھے جو بلند نعروں اور جھوٹی تالیوں سے دھوکے میں نہیں آئے تھے۔

پانچ جون کو عربوں کو اس عظیم حادثہ سے دوچار ہوئے ایک سال ہوگیا، جو پوری تاریخ کا عظیم حادثہ ہے کیا کوئی ایسا انسان جو میرے اس سوال کا جواب دے سکے کہ آخر کب تک پانچ جون کی یاد میں جلسے کیا کریں؟ کیا ہمارے طرز اور سوچنے کے انداز میں اس عظیم حادثہ کے بعد کوئی تبدیلی پیدا ہوئی ہے!

کون ہے جو عرب عوام کے مستقبل کی ذمہ داری لیتا ہے جبکہ ہم بیس سال سے اس خیال میں تھے کہ ہماری امت نے فلسطین کے واپس لینے کی ہر طرح کی ضروری تیاریاں کرلی ہیں، کیونکہ ہم نے متعدد اور بے شمار تقریبات سے یہی سنا کہ ہماری قوت ہماری تیاری، ہمارے سپہ سالاروں کی اسکیمیں فیصلہ کن جنگ کے لئے بالکل تیار ہیں، لیکن آج تک جون کی شکست کے بعد یہ حقیقت فاش ہوئی کہ وہاں سرے سے کسی قسم کی کوئی جنگی تیاری تھی ہی نہیں بلکہ ہم مسئلہ فلسطین کا سہارا لیکر اپنا الو سیدھا کرتے رہے اور اپنی تجارت کو فروغ دینے کی کوشش کرتے رہے۔

ہم کو اپنے دل سے اور اپنے لوگوں سے سچ کہنا چاہیئے، انہوں سے سچ بات بتلانے میں بھی درازی عقل اور صحیح رہنمائی کرنے والی اسکیم کار استہ نہیں ملیگا۔

مثال کے طور پر ایک واقعہ کا ذکر کر رہا ہوں کہ ایک عرب شہر میں کسی شہید کے سلسلہ میں ایک تعزیتی جلسہ ہوا ایک کے بعد دیگرے مقررین نے شعلہ بار تقریریں کیں، ان میں سے ہر ایک نے دشمن کو ہلاکت و تباہی کی دھمکی میں ہر طرح کی دھمکی دی اور بتایا کہ عرب اب بہت کچھ کرنے والے ہیں اور بہت کچھ تیاریاں کر رہے ہیں۔

جلسہ کے اختتام کے بعد ایک شخص کے دل میں یہ سوال ابھرا کہ وہ ذرا اپنے آپ سے پوچھے کہ ان مقررین نے اپنی امت و اپنے ملک کی زندگی میں کیا کارنامہ انجام دیا، ان دھمکیوں اور وعیدوں کو پورا کرنے کی کیا ضمانت ہے جسے ان مقررین نے سنائی ہیں، گویا سارے معاملات کی باگ ڈور انہیں کے ہاتھ میں ہے

جب تک عرب باشندے حقائق تسلیم کرنے اور اسکو بروئے کار لانے میں موثر فعال ثابت نہ ہوں گے اسوقت تک ان کا مستقبل ہمیشہ خطرے میں رہے گا۔

اور جب تک عرب باشندے اپنی بات اپنی آزادی، اپنی فکر کی خوف کے بغیر نہیں کہیں گے اسوقت تک عقل کی آواز اپنے واجبی کردار کو نہیں ادا کرسکتی۔

چھاپہ مار جوانوں کے بارے میں کچھ نہ کہو، یہی تو ایک امت کے عزیز ہونے شریف ہونے کی نشانی رہ گئے ہیں، یہی تنہا اپنے پاک خون سے شرم و عار کے دھبے کو دھو رہے ہیں۔

اسی طرح اب تک جو کچھ کام انجام پائے ہیں، ان کے بارے میں بھی کچھ عرض نہیں کرنا ہے اس لئے کہ ان کی قدر و قیمت سے مجھے انکار نہیں، نہ ان کے بقاء کی ضرورت سے انکار ہے، لیکن ہم کو اس بات کا اعتراف کرنا اور اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے کہ ہماری سیاست اور پروپیگنڈے کی کامیابی سے سرزمین عرب کا ایک بالشت بھی واپس نہیں مل سکتا جب تک ہم خود طاقتور اور مضبوط نہ ہوں۔

بقیہ: عرب قوم پرستی قومیت پسند بے خبرات

اشتراکیت اور سرمایہ داری اسلام کے اصل مزاج سے مختلف ہیں، وہ ایک نظام عمل نظام کا متلاشی تھا جو موجودہ معاشیات کا حل پیش کرسکے مغربی نظام کے بالمقابل ایک اعلیٰ جامع اور عملی نظام جو علماء کی صلاحیتیں ذاتی مناظرات اور کشمکش میں اس قدر ضائع ہوچکی تھیں کہ انھیں اس کا موقع نہ مل سکا کہ وہ متحد ہوکر سر جوڑ کر بیٹھ سکیں حالات حاضرہ کی ضروریات کے پیش نظر اسلام کا واضح تصور اور مسلک پیش کرسکیں ان حالات میں ایسے طبقے سے اسلام دوستی کی امید رکھنا جس کے لئے اپنی روایات پرانی ہوچکی ہوں، مانوس نامانوس بن ان سنی، اور جانی پہچانی چیزیں انجان بن چکی ہیں فضول تھا کہ یہ نیا طبقہ کبھی سوشلزم میں زندگی تلاش کرنے لگا کبھی اشتراکیت میں اور کبھی سرمایہ داری میں؟ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ مغربی سرمایہ داری یا اشتراکیت؟ اس کا ذمہ دار علماء کا وہ طبقہ اور گروہ ہے جو آج تک اسلام کا واضح جیتا جاگتا معاشی، سیاسی، اخلاقی نظام پیش کرنے سے قاصر رہا اور نئی نسل کو کارل مارکس، برگسان نیٹشے کے ہاتھ میں بے بس چھوڑ دیا، علماء کا یہ کہنا حق بجانب ہے کہ مغربی تہذیب کی بنیاد مادیت ہے پیغمبر اسلام نے الفقر فخری، فرماکر فقر کو ترجیح دی ہے لیکن یہاں ہمارے علماء یہ فراموش کرجاتے ہیں کہ اسی پیغمبر اسلام نے فقر سے پناہ بھی مانگی ہے اور اسی طرح تنگی و قناعت اور تونگری و خوشحالی کا

Phone 22943 Regd No L 1081

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

DARULULOOM NADWATULULAMA LUCKNOW (INDIA)

مکتبہ دارالعلوم کی دوسری مطبوعات

سیرت حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ

از سید محمد الحسنی مرحوم ایڈیٹر "البعث الاسلامی" و "تعمیر حیات"

زیر نظر کتاب میں مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ بانی ندوۃ العلماء کی سیرت اور ان کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ندوۃ العلماء جیسی تحریک کا قیام [illegible] ان کی بیش قیمت خدمات [illegible] پر روشنی ڈالی گئی ہے اور [illegible] کتاب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے مقدمہ سے مزین ہے!

مسئلہ ختم نبوت — علم و عقل کی روشنی میں

از مصنف: مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء

اس کتاب میں مسئلہ ختم نبوت کو نصوص کی روشنی میں [illegible] ثابت کیا گیا اور عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور ضرورت کو [illegible] واضح کیا گیا ہے، ہر صاحب عقل سلیم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ختم نبوت کا قائل ہو جائیگا، قادیانیت کے طلسم میں گرفتار اور عقیدہ ختم نبوت میں شک و شبہ کرنے والوں کے حق میں یہ [illegible] روشنی کا ایک عظیم مینار ہے!

قیمت: ۲ روپے ۲۵ پیسے

دہلی اور اسکے اطراف

از مولانا حکیم سید عبد الحی [illegible] ناظم ندوۃ العلماء

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سفرنامہ اور روزنامچہ ہے جو انیسویں صدی کے آخر میں لکھا گیا تھا اس سفرنامہ سے اندازہ ہوگا کہ گذشتہ صدی کے علماء کس ثقافت اور علم کے حامل تھے اور ان کا مطالعہ کتنا وسیع [illegible] اس سفرنامہ میں شعر و سخن کا ذوق [illegible] تاریخی واقفیت، مسلک تصوف اور [illegible] شاعروں اور تفسیر [illegible] متقدمین کی تصنیفات اور کتابوں سے آگاہی اور ان کے مسلک اور عہد کے نشانات [illegible] ملیں گے۔ قیمت مجلد [illegible] روپیہ

تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی

از مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

تیرہویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ عالم و صوفی حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی سوانح حیات، حالات، ارشادات و ملفوظات جو دل پر اثر کرنے والے [illegible] ہیں اور جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تصوف شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ شریعت کی روح ہے، وہ حضرات جو درد و محبت کے جویا اور یقین کے طالب ہیں ان کیلئے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے۔

قیمت [illegible]

جزیرۃ العرب

از مولانا محمد رابع ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء

[illegible] جغرافیہ کی کوئی مختصر کتاب نہیں بلکہ [illegible] سیرت، تاریخ و ادب [illegible] دونوں ماخذوں سے استفادہ کیا گیا [illegible] عربی کے اخبارات سے [illegible] دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی داخل ہے [illegible] ایک منفرد کتاب۔

قیمت ۵ روپیہ

مبلغ اعظم

حضرت مولانا محمد یوسف (رحمۃ اللہ علیہ)

کی

سوانح حیات اور تبلیغی زندگی پر

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ

کی پسند فرمودہ کتاب سوانح مولانا محمد یوسف رح

مؤلفہ مولانا محمد ثانی حسنی قیمت ۱ روپے

مجلد خوبصورت گرد پوش صفحات ۷۱۲

Cover Printed at Nadwa Press, Lucknow.